قرۃ العینین

فی تفریج القدمین

یعنی نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو



بقلم

پیر طریقت رہبر شریعت

علامہ سید عبد الحق شاہ ترمذی حنفی سیفی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی

بالمقابل شیل پٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن کراچی

یا اللہ جل جلالہ

یارسول اللہ ﷺ

قرۃ العینین
فی
تفریج القدمین

یعنی نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں
کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو

تالیف

علامہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

ناشر

جامعہ امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

نام: قرۃ العینین فی تفریج القدمین

مصنف: علامہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

ناشر: جامعہ امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ، اورنگی ٹاؤن، کراچی

تاریخ: شعبان المعظم، ۱۴۳۸ھ، بمطابق مئی، ۲۰۱۷ء

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء کرام کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار کیا ہونی چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : محمد گلاب خان سیفی

الفتویٰ بعون رب المصطفیٰ علیه وعلی اله واصحابه افضل الصلوات والثناء مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما وبعد:

نماز اللہ تعالیٰ کیلئے تضرع ،عاجزی اورخشوع کامقام ہے جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ:

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (238البقرة)

ترجمہ: اور کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے کے ساتھ۔

تو نماز پڑھنا مومن مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا کیف ایک قسم کی معراج ہے۔جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ۔نماز مؤمن کی معراج ہے۔تو چاہیئے کہ نماز بہت ہی زیادہ ادب واحترام ،سکون اورخضوع کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (1) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (2)

ترجمہ: تحقیق کے ساتھ کامیاب ہوئے وہ مؤمنین جو نماز میں اللہ سے ڈرتے ہیں اورعاجزی کرتے ہیں۔مسلمان جب نماز ادا کرے چاہے وہ امام ہو یا منفرد تو سنت یہ ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کو پیوست نہ رکھے بلکہ ان کے درمیان فاصلہ ہونا چاہیئے اس پرسب کا اتفاق ہے۔اورعاجزی اورخشوع اورتضرع اس میں ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں

پاؤں کے درمیان میں فاصلہ نہ تو بہت کم ہو اور نہ ہی بہت زیادہ،لہٰذ فقہاء ومجتہدین احناف نے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چارانگلیوں کے برابر بیان فرمایا ہے پس اس سے زیادہ اوراس سے کم مکروہ ہے اور یہ احناف کامذہب ہے اور یہ شوافع کے نزدیک ایک بالشت کافاصلہ ہونا چاہیئے اور مالکیہ اورحنابلہ کے نزدیک یہ فاصلہ درمیانہ ہونا چاہیئے اس حیثیت کے ساتھ کہ نہ زیادہ پیوست ہو اور نہ زیادہ کشادہ۔

فقہ حنبلی کے عظیم فقیہہ علامہ ابن قدامہ حنبلی المقدسی (المتوفی620 ھ)،عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ، وَلَا يَمَسُّ إحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى، وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ، لَا يُقَارِبُ وَلَا يُبَاعِدُ.

(المغني لابن قدامة، ج ٢ ص ٩)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں قدموں کے درمیان نہ بہت زیادہ فراخی اور نہ بہت زیادہ تنگی کرتے تھے بلکہ اس کے درمیان میں عمل کرتے تھے نہ زیادہ قریب اور نہ زیادہ دور۔

اسی وجہ سے ہمارے فقہ حنفی کے مشہور فقیہہ ابن عابدین،محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفی1252 ھ) لکھتے ہیں۔

وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا مِقْدَارُ أَرْبَعِ أَصَابِعِ الْيَدِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إلَى الْخُشُوعِ۔

ترجمہ: مستحب اور بہتر بات یہ ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کے برابر ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ حالت خشوع کے زیادہ قریب تر ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر-بیروت، ج ١ ص ٤٤٤)

توچارانگلیوں کی مقدار میں نماز ادا کرنا یہ دلیل ہے خشوع وخضوع کی اور بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کی، علامہ عبدالحی لکھنوی المتوفیٰ ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں

ویستحب ان یکون بین الرجلین عندالقیام مقداراربع اصابع کمافی البزازیة وغیرھالکونہ اقرب الی الخشوع۔

مستحب اوربہترطریقہ یہ ہےکہ حالت قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کے برابرہوناچاہیئے اس لئے کہ ایسی حالت میں نماز اداکرناخشوع،خضوع اورعاجزی کےقریب ترہے۔

(السعایۃلحل شرح الوقایۃ ۲/ ۱ باب صفۃالصلوۃ)

حسن بن عماربن علی الشرنبلالی المصری الحنفی (المتوفی1069 :ہ) لکھتے ہیں اوریہی مسئلہ مراقی الفلاح اورطحطاوی نے بھی ذکرکیاہے۔

"تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع" لأنه أقرب إلى الخشوع ويسن تفريج القدمين فی القیام قدراربع اصابع۔

ترجمہ: نمازمیں حالت قیام میں سنت طریقہ یہ ہےکہ دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چارانگلیوں کے برابرہواس لئےکہ یہ خشوع کےزیادہ قریب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۲ ۱ ۲، الطحطاوی ص ۱۴۳ ،نورالایضاح ۶۹)

نوٹ: دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چارانگلیوں کے برابررکھناان لوگوں کیلئے ہے جن کوکوئی عذرشرعی نہ ہو، رہے وہ لوگ جن کوعذرشرعی ہووہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسےفقہاءفرماتے ہیں:

ثم هذاالتحديدلمن ليس له عذر أمااِذاكان به سمن أو أدرة ويحتاج اِلى تفريج واسع فالأمر عليه سهل۔

ترجمہ: پھریہ حداوراندازہ ان لوگوں کیلئے ہےجن کوعذرنہ ہوورنہ ہروہ شخص جوبہت زیادہ موٹاہویاخصیتین کے پھول جانےکی بیماری(Hydrocele)ہواوروہ کشادگی کےساتھ

کھڑاہونےکامحتاج ہوتواس کیلئے اس مسئلہ میں رعایت ہےاوراس پرگناہ نہیں ہےاگروہ کشادگی کےساتھ کھڑاہوجائے کیونکہ وہ شرعاًمعذورہے۔

اورخلاصہ کیدانی کی شرح المبانی میں لکھاہےکہ

وقدرهذاالحد"بأربعةأصابع من اليدمتوسطةمضمومة۔"

اوریہ حداوراندازہ دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چارانگلیوں کی مقدارہونی چاہیئے جومتوسط اورپیوست ہونے کےساتھ۔

(جامع المبانی ۲۴)

عبدالرحمن بن محمدعوض الجزيري(المتوفی1360 :ھ)لکھتے ھیں۔

ومنها تفريج القدمين حال القيام، بحيث لا يقرن بينهما، ولا يوسع إلا بعذر، كسمن ونحوه وقداختلف في تقديره في المذاهب:

ترجمہ: نمازکی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہےکہ حالت قیام میں نمازمیں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ اس طرح ہوکہ نہ زیادہ پیوست اورنہ زیادہ ہومگرمعذورجوبہت زیادہ موٹاہوتواس کیلئے کشادہ کھڑاہوناجائزہےاورائمہ مذاہب اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نےاختلاف کیاہے۔

الحنفية :قدرواالتفريج بينهمابقدر أربع أصابع، فإن زادأو نقص كره.

احناف کےنزدیک دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چارانگلیوں کی مقدارکے برابرہوپس اگراس سےزیادہ یاکم ہوتویہ مکروہ ہے۔

الشافعية :قدرواالتفريج بينهمابقدر شبر. فيكره أن يقرن بينهما أو يوسع أكثر من ذلك كمايكره تقديم إحداهماعلى الأخرى.

شوافع کےنزدیک دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ ایک بالشت کی مقدارکے برابرہوپس دونوں پاؤں

کو پیوست کرنا یا ایک بالشت سے زیادہ کشادہ رکھنا یہ مکروہ ہے۔ جیسے کہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے آگے کرنا مکروہ ہے۔

المالکیة : تفریج القدمین مندوب لا سنة، وقالوا :المندوب هو أن یکون بحالة متوسطة۔

ترجمہ: اور مالکیوں کے نزدیک دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ مستحب ہے نہ کہ سنت، لہذا مستحب یہ ہے کہ درمیانی حالت میں کھڑا ہو (یعنی نہ زیادہ ملے ہوتے اور نہ زیادہ کشادہ) اور حنابلہ نے بھی ان کے ساتھ اس میں موافقت کی ہے لیکن سنت اور مستحب میں فرق نہیں کیا ہے۔ (چار انگلیوں کے بارے میں)

(الفقه علی المذاهب الأربعة۔ ج ۱ ص ۲۳۴)

علامۃ الحاجۃ نجاح الحلبی لکھتے ہیں۔

تفریج القدمین في القیام قدر أربع أصابع لأنه أقرب إلی الخشوع۔

دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ حالت قیام میں چار انگلیوں کی مقدار ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

(فقہ العبادات علی المذہب الحنفی ج1 ص88)

ہمارے فقہ کے مشہور عالم امام لطف اللہ النسفی المشہور بالکیدانی اپنی کتاب خلاصہ کیدانی کے مستحبات کے باب میں لکھتے ہیں۔

والفصل بین القدمین قدر اربعة اصابع۔

اور نماز میں حالت قیام میں دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار ہونا چاہیئے۔

(خلاصہ کیدانی ص ۲۷)

اور اس کی شرح میں العلامہ الشیخ عبد الغنی بن اسمعیل النابلسی الحنفی المتوفیٰ ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں۔

والثانی عشر: الفصل بالصاد المهملة أی التفریج بین القدمین قدر اربع اصابع من اصابع الید مضمومة لأنه اقرب الی الخشوع وأتم فی تمکین القیام وذلک حالة القیام فی الصلاة ولو من الرکوع وکذلک فی حالة الرکوع۔ ایضاً۔

ترجمہ: بارہویں فصل: صاد مہملة کے ساتھ یعنی دونوں پاؤں کے درمیان کی کشادگی ہاتھ کی انگلیوں میں سے چار انگلیوں کے برابر ہو جو کہ پیوست ہوں کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ اور قیام پر قدرت پانے میں زیادہ اتم ہے اور یہ نماز میں حالت قیام میں ہونا چاہیئے اگرچہ رکوع میں ہو اور اسی طرح حالت رکوع میں بھی چار انگلی کے برابر فاصلہ ہونا چاہیئے۔

(الجوہر الکلی ص ۱۹۵)

اور خلاصۂ کیدانی کی دوسری شرح میں الشیخ محمد حسن السنبھلی الحنفی لکھتے ہیں۔

والفصل بین القدمین قدر اربعة اصابع فی القیام فانه هو الظاهر فی استواء القیام واستقامة حاله وهو الماثور او المقیس من السیر الماخوذة من الاخبار او الآثار۔

اور دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ حالت قیام میں چار انگلیوں کے برابر ہونا چاہیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس طرح کھڑے ہونے کی حالت برابر اور مضبوط ہوتی ہے اور یہ قول منقول قیاساً لیا گیا ہے۔

(العلق الشمسی البانی علی خلاصة الکیدانی ص ۱۷۹)

الشیخ الاجل والامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وینبغی ان یکون بین قدمیه اربع اصابع فی قیامه۔

اور مناسب ہے کہ قیام میں دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار ہونا چاہیئے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ا ص ۵۵)

اسی طرح ہمارے فقہ کی مشہور کتاب جامع الرموز میں ہے۔

واعلم ان الاولیٰ ان تکون بین قدمیہ قدر اربع اصابع فی القیام کما فی خزانۃ المفتیین۔

اورجان لوکہ بہتریہ ہےکہ حالت قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کی مقدار کے برابرہونا چاہیئے جیسےکہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

(جامع الرموز ج ا ص ۶۷)

اسی طرح ہمارے فقہ کے مشہورفتاویٰ الفتاویٰ العالمگیریہ میں ہےکہ

وینبغی ان یکون بین قدمیہ اربع اصابع فی قیامہ۔

اورمناسب ہےکہ نمازمیں حالت قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کی مقدار کے برابرہونا چاہیئے۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ ج ا ص ۷۳)

شیخ الاسلام حضرت علامہ امام احمدرضاخان قادری افغانی ثم بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۰۳ : از اُجین مکان میرخادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب ۲۹ جمادی الاُخری ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں، یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیاوجہ ہے؟ اورمذہب حنفیہ میں چارانگشت کے فاصلے پرایک پاؤں سے دوسراپاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب : چارہی انگل کافاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اِعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

قال فی ردالمحتار ینبغی ان یکون بینھما مقدار اربع اصابع الید لا نہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ کذا فی الکبریٰ۔اھ

ردالمحتارمیں ہےکہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چارانگلیوں کی مقدارفاصلہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خشوع

کے زیادہ قریب ہے۔ابونصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہےکہ وہ یہی کرتے تھے کذافی الکبری اھ

(ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دھلی ۱/۲۹۹)

اقول بل فی نورالایضاح و شرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلا لی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانہ اقرب الی الخشوع۔

(میں کہتا ہوں) بلکہ نورالایضاح اوراسکی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہےکہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چارانگلیوں کے فاصلہ پرکھلارکھنا سنّت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہےاھ

(مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نورمحمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳)

قال السید الطحطاوی فی حاشیتہ نص علیہ فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحک فیہ خلافا۔

سیدطحطاوی نے اسکے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پرنص کی ہے،اوراس میں اختلاف بیان نہیں کیا۔اھ

(مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نورمحمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چارانگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی؛ **حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینھما بقدر اربع اصابع** ۔قدموں کوملا کررکھنامکروہ ہے ان کے درمیان چارانگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔

(الانوار لعمل الابرار لیوسف کتاب الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۶۱)

ہاں سیدعلّامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ،نےشرح روض الطالب میں بالشت بھرکافاصلہ تحریر فرمایا۔حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے:

قولہ بقدر اربع اصابع لعلھا متفرقۃ لان فی شرح الروض بقدر شبر ۔اس کاقول چارانگلیوں کی مقدارشاید متفرق طور پرمراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہےکہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔

(حاشیہ الکمثری علی الانوار الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر)

مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابل قبول ہو سکتا ہے کہ بداہۃً طرز وروش ادب وخشوع سے جُدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہو گا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال وافعالِ علماء کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۵۵)

خلاصۂ کلام: پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور احناف کا فتویٰ اس بات پر ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ ہاتھ کی چاروں ملی ہوئی انگلیوں کی مقدار کے برابر ہونا چاہیئے اور اسی میں عاجزی اور خشوع ہے۔

اسی وجہ سے ہمارے پیرومرشد قدوۃ الاولیاء والعلماء شیخ المشائخ پیر پیران خواجہ خواجگان حضرت سیدنا ومرشدنا حضرت سیف الرحمٰن نوراللہ مرقدہٗ اپنے مریدین پر شریعت کے معاملے میں بہت ہی زیادہ سختی فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ مستحبات کے چھوڑنے پر بھی سرزنش فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ کاملین اولیاء کرام کا طرز وطریقہ ہے۔

جیسے کہ الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وبلغ من اعتناء الحق تعالیٰ بأحدهم: أنه كان يعاقب أحدهم على خلاف الأولیٰ۔

اور اللہ رب العزت کے فضل سے اولیاء اللہ پر یہ احسان ہے کہ اولیاء اللہ زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ وہ اپنے مریدین کو خلاف اولیٰ کام کرنے پر بھی سرزنش دیتے ہیں۔ پس سنن اور مستحبات میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۴۱)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وكان الجنيد رضی الله تعالى يقول: طريق الفقهاء هی أساس طريقنا التی بنيت عليه

ولكن زاد الصوفية على الفقهاء كثرة مراعاة العمل بالشريعة وعدم التساهل فی ترک العمل بشیء منها ای طريقهم ترک الرخص والتاويلات والاخذ بالعزائم والتمسک بالمندوب كالواجب واجتناب المكروه وخلاف الاولى كالحرام

ترجمہ: حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ فقہاء کا طریقہ یہی ہمارے طریقہ کی بنیاد ہے اور ہمارا طریقہ اسی پر بناء ہے لیکن صوفیاء نے فقہاء جو فضیلت حاصل کی وہ کثرت سے شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے کیونکہ صوفیاء ان میں سے کسی عمل میں سستی اختیار نہیں کرتے یعنی ان کا طریقہ رخصت کو چھوڑنا اور تاویلات کو ترک کرنا اور عزیمت پر عمل کرنا ہے اور مندوب کو لازم پکڑنا اور مستحب پر عمل کرنا ان کیلئے واجب کی طرح ہے اور مکروہ اور خلاف اولیٰ سے بچنا ان کے طریقے میں ایسے ہے جیسے کہ حرام سے بچنا۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۲۷)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وكان سيدی علی الخواص رضی الله عنه يقول: الحق تعالى يمقت على ترک الادب وعلى خلاف الاولى فضلا عن المكروه والحرام۔

ترجمہ: اور سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ ناراض ہوتا ہے اور جلال میں آتا ہے ادب کے چھوڑنے پر اور خلاف اولیٰ کام کرنے پر چہ جائیکہ کوئی مکروہ یا حرام کام کرے (یعنی اس پر تو اور بھی جلال میں آتا ہے اور ناراض ہوتا ہے) یعنی مستحب چھوڑنے پر جب قہر فرماتا ہے تو مکروہ اور حرام کے کرنے پر تو بطریق اولیٰ قہر فرماتا ہے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۸۸)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

و سمعت سیدی علیا المرصفی رحمه الله تعالی یقول :لا یصح لمرید قدم فی الارادة حتی یترک المباحات جملة ویجعل مکان مباح ترکه فعل مأمور شرعیٔ من مندوب او اولی حتی یجتنب المباح کانه خلاف الاولی ویجتنب خلاف الاولی کانه منهی عنه کراهة تنزیه وحتی یجتنب الحرام کانه کفر وحتی یفعل المندوب کانه واجب ویفعل الاولی کانه مندوب کل ذالک تعظیما لامر الله تعالی ونهیه۔

ترجمہ : اور میں نے سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کیلئے جب طریقت میں قدم رکھے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام کے تمام مباحات کو چھوڑ دے اور ہر وہ مباح جس کو اس نے چھوڑا ہے اس کی جگہ پر وہ مامور شرعی کام کرے۔ جس کا تعلق مستحب یا اولیٰ سے ہو یہاں تک کہ یہ مباح سے اس طرح سے بچے جیسے کہ خلاف اولیٰ سے بچتا ہے اور خلاف اولیٰ سے اس طرح بچے گویا کہ اس کو اس سے منع کیا گیا ہو کراہت تنزیہی کی طرح اور یہاں تک مکروہ سے اسطرح بچے گویا کہ یہ حرام ہے اور حرام سے اس طرح بچے گویا کہ یہ کفر ہے اور یہاں تک کہ مستحب پر ایسا عمل کرے گویا کہ یہ واجب ہے اور اولی کام کو اس طرح کرے گویا کہ یہ مستحب ہے یہ سب کچھ کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کی تعظیم ہے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۹۰)

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال عبدالله بن المبارک رضی الله تعالی عنه من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنة ومن تهاون بالسنة عوقب بحرمان الواجبات ومن تهاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة او کما قال۔

یعنی فرمایا عبداللہ ابن مبارک ؓ نے جس نے مستحبات میں سستی کی اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے سنت میں سستی کی اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی اور جس نے واجبات میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، اور جس نے فرائض میں سستی کی اسے معرفت خداوندی

سے محرومی کی سزا ملے گی۔ (تفسیر عزیزی، قطب الارشاد صفحہ ۱۴، مکتبہ قاسمیہ)

معلوم ہوا کہ مستحب دراصل سنن کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہے، اور سنت دراصل واجبات کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہے، اور واجبات دراصل فرض کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہیں، لہٰذا مستحب اور سنت اگرچہ فرض یا واجب کے مرتبے کی چیز نہیں ہے لیکن ان کا موقوف علیہ ضرور بنتی ہے۔ جب موقوف ضروری العمل ہو تو اس کا موقوف علیہ بھی ضروری العمل ہوگا۔

الشیخ الاجل والامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

من ترک السنة بعذر فهو معذور ولو ترک بغیر عذر تهاونا لا یقبل فرضه ویسأل عن ترکها۔

ترجمہ : جس نے عذر کی وجہ سے سنت کو ترک کیا وہ معذور ہے، اور جس نے بغیر عذر کے سنت کو ترک کیا تو سزا کے طور پر اس کے فرائض بھی قبول نہ کئے جائیں گے اور اس سے (سنت) ترک کرنے کے بارے میں (مرنے کے بعد) سوال ہوگا۔

اور دوسری جگہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

والواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن۔

ترجمہ : فرائض کی تکمیل واجبات میں ہے اور واجبات کی تکمیل سنن میں ہے اور سنن کی تکمیل آداب اور مستحبات میں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ جلد ا صفحہ ۶۴ ص ۵۱)

أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفی 616 :هـ) لکھتے ہیں:

من ترك السنّة سئل عن ترکها

ترجمہ: جس نے سنت چھوڑ دی تو اس بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔

(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ج ۲ ص ۴۶۷)

واقعہ:

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

نقل ان الامام النووی علیہ الرحمۃ لم یحتلم ثلاثین سنۃ سو فاتتہ صلاۃ العشاء مع الجماعۃ لیلۃ فاحتلم فی تلک اللیلۃ فکان احتلامہ عقوبۃ ترک سنۃ الجماعۃ۔ و اللہ اعلم۔

ترجمہ: نقل ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس برس تک احتلام نہیں ہوا ایک رات ان سے عشاء کی نماز کی جماعت فوت ہوگئی پس اسی رات انہیں احتلام ہوا۔ پس احتلام کا سبب عشاء کی نماز کی جماعت فوت ہونے کی سزا کی وجہ سے تھا۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۹۸)

شریعت مطہرہ میں مستحبات پر لزوم اختیار کرنا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

(سنن ابی داؤد، جلد ۲ صفحہ ۸۵ باب فی الاستغفار، سنن ابن ماجہ، جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۴، باب الاستغفار، مشکوۃ شریف جلد ۱ باب الاستغفار صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لازم کرلیا اپنے آپ پر استغفار پڑھنے کو، تو اللہ جل شانہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کے لئے اور ہم غم سے خلاصی کے اسباب پیدا فرمادیتا ہے، اور اللہ رب العزت اسے روزی عطا فرمادیگا کہ جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

نوٹ: استغفار پڑھنا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ ایک مستحب عمل ہے، باوجود استحباب

نبی کریم ﷺ نے ہمیں اختیار عطا فرمائی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان اپنے اوپر مستحب عمل کو لازم کرسکتا ہے۔ اسی طرح صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ میں ایک حدیث شریف ہے:

وَأَنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ رب العزت کو محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہوا گرچہ کم ہو۔

(صحیح البخاری، باب القصد والمداومۃ علی العمل)

فائدہ: دوام اور ہمیشگی اس وقت آئے گی جب اس پر التزام کیا جائے۔ بدون التزام ہمیشگی نہیں آسکتی۔

مستحبات کو قبیح جاننا کفر ہے

مستحبات پر عمل نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا، لیکن ان اعمال کو قبیح جاننا، یہ کفر ہے۔

اسی وجہ سے صاحب عصام نے فرمایا: واستقباح ما جعل اللّٰہ مندوباً ایضاً کفر۔ یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندوب کیا ہو اس کو برا کہنا بھی کفر ہے۔

(حاشیہ بیضاوی ص ۴۸)

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں

کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہوسکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔

(اکفار الملحدین ص ۶۴ مکتبہ لدھیانوی)

مستحبات کی برکات:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس لحاظ سے مستحبات بھی ضروری ہیں اور تعلیم

ان کی بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے برکات وثمرات بیشمار ہیں۔

مثلاً ایک برکت تو یہ ہے کہ بعض اوقات مستحبات، معصیت سے مانع ہو جاتے ہیں، کیونکہ جو شخص تہجد، اشراق، چاشت، اوابین کا پابند ہوگا وہ بہ نسبت اس شخص کے معاصی سے زیادہ بچے گا جو محض پانچ وقت کے فرائض کا پابند ہوگا اور علاوہ اس خاصیت کے ایک طبعی راز یہ بھی ہے کہ مستحبات کی پابندی سے یہ شخص تہجد گزار، دیندار مشہور ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے گناہوں کے ارتکاب سے وہ خود بھی شرمانے لگتا ہے۔ دوسری برکت یہ ہے کہ بعض وقت کوئی فعل مستحب حق تعالیٰ کو ایسا پسند آجاتا ہے کہ وہی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

سیبویہ کی حکایت : چنانچہ سیبویہ نحوی کو جو عقیدے کے لحاظ سے معتزلہ تھا، مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا، پوچھا کس بات پر؟ کہا کہ ایک نحو کے مسئلے پر، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ معرفہ کی بحث میں علماءِ نحو نے اختلاف کیا ہے کہ ضمائر کے اندر اعرف المعارف کون سی ضمیر ہے؟ کسی نے متکلم کی ضمیر کو اور کسی نے مخاطب کی ضمیر کو بتلایا، اور میں نے لفظِ اللہ کو اعرف المعارف کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی معرفہ نہیں، کیونکہ لفظ اللہ میں بجز ذاتِ حق کے کسی اور چیز کا احتمال ہی نہیں، بس حق تعالیٰ کو یہ بات پسند آگئی، اور فرمایا تم نے ہمارے نام کی بہت تعظیم کی، جاؤ تم کو بخش دیا۔ دیکھئے اس نحوی عالم کی مغفرت ایسے عمل پر ہوگئی جو اس نے ثواب کی نیت سے بھی نہ کیا تھا، صرف مسئلہ کے طور پر ایک بات کہی تھی مگر اسی پر فضل ہوگیا۔

ایک اور حکایت : اسی طرح ایک بزرگ جاڑے کی رات میں چلے جا رہے تھے، راستے میں ایک بلی کے بچے کو دیکھا کہ سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہا ہے۔ ان کو اس پر رحم آگیا اور اسے اٹھا کر گھر لے آئے اور لحاف میں چھپا لیا۔ جب ان بزرگ کا انتقال ہوگیا تو ان سے سوال ہوا کہ بتلاؤ ہمارے واسطے کیا لائے ہو؟ انہوں نے سوچا کہ اعمال تو میرے کسی قابل نہیں ہیں، کہ ان کو پیش کر دوں، لیکن الحمد للہ مجھے ایمان کی دولت حاصل ہے، اس میں ریاء وغیرہ بھی کچھ نہیں ہوسکتا، ایمان کو پیش کرنا چاہیئے۔ اس لئے عرض کیا کہ ”میں توحید لایا ہوں“۔

اس پر ارشاد ہوا : أتذكر ليلة اللبن۔ کیا دودھ والی رات بھی یاد ہے؟ تم نے ایک دن دودھ پینے کے بعد پیٹ میں درد ہو جانے پر کہا تھا کہ دودھ نے پیٹ میں درد کر دیا۔ کیا یہی توحید ہے؟ کہ درد کے فعل کو اس کی طرف منسوب کیا، ہم کو چھوڑ کر دودھ کو مؤثر قرار دیا۔ حالانکہ مؤثر حقیقی تو ہم ہیں۔ اب تو یہ بیچارے تھرّا اُٹھے، ارشاد ہوا تم نے اپنے دعوے کی حقیقت تو دیکھ لی، اب ہم تم کو ایسے عمل پر بخشتے ہیں جس کے متعلق تمہیں یہ وہم بھی نہ تھا کہ یہ موجبِ نجات ہو جائے گا۔ تم نے ایک رات ایک بلی کے بچے پر جو سردی میں ٹھٹھر رہا تھا، رحم کھا کر اپنے لحاف میں سلایا تھا، تم نے ہماری مخلوق پر رحم کیا، ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم پر رحم کریں، جاؤ ہم نے تمہیں بخش دیا۔

سبحان اللہ! یہ ہیں مستحبات کی عنایات و برکات۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ فقیر سید عبدالحق شاہ سیفی